***Journal of Religion & Society* (JR&S)**
Available Online:
https://islamicreligious.com/index.php/Journal/index
Print ISSN: 3006-1296Online ISSN: 3006-130X
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

Qur'anic Financial Principles: Fundamental Concepts and Their Application in the Contemporary World

قرآنِ مجید کے مالیاتی اصول: بنیادی تصورات اور موجودہ دور میں ان کا اطلاق

Muhammad Ibrahim Salik
Lecturer, Department of Translation Studies, Faculty of Islamic & Arabic Studies
The Islamia University of Bahawalpur.
(Corresponding Author)
ibrahim.salik@iub.edu.pk
Dr. Muhammad Saeed Sheikh
Chairman / Associate Professor, Department of Fiqh and Shariah, Faculty of Islamic & Arabic Studies
The Islamia University of Bahawalpur.
saeed.sheikh@iub.edu.pk

Abstract
This study examines the fundamental financial principles of the Qur'an and explores their ethical foundations and relevance to contemporary economic life. The Qur'an presents a comprehensive financial framework that connects economic activity with justice, accountability, social responsibility, transparency, and the fair circulation of wealth. Its financial teachings are not limited to the accumulation and management of wealth; rather, they address how wealth should be acquired, used, distributed, and protected in ways that promote individual well-being and social justice. Key principles include the concept of divine ownership, lawful earning and trade, zakāt and infaq, charitable support, the prohibition of riba, financial transparency, mutual cooperation, and the protection of vulnerable groups.
Using a thematic and analytical approach, this study examines these principles as an integrated Qur'anic framework and considers their application to major economic challenges of the contemporary world, particularly wealth concentration, economic inequality, excessive debt, financial exploitation, and social insecurity. The study further discusses the relevance of Qur'anic principles to contemporary Islamic finance, including interest-free financial practices, waqf-based development, Islamic microfinance, takāful, and ethical investment. It argues that the contemporary relevance of Qur'anic financial teachings lies not merely in replacing interest-based transactions, but in developing a broader financial culture based on justice, shared responsibility, transparency, and social welfare. The study concludes that the Qur'anic financial framework provides a coherent ethical foundation for developing more inclusive, responsible, and socially sustainable approaches to contemporary economic development.
Keywords: *Qur'anic Financial Principles; Islamic Economics; Zakāt and Infaq; Riba; Wealth Distribution; Economic Justice; Ethical Finance; Islamic Finance; Waqf; Takāful; Islamic Microfinance; Contemporary Economic Development*

تعارفِ موضوع

مال انسانی زندگی کی بنیادی ضرورتوں میں سے ہے۔ انسان کی خوراک، لباس، رہائش، تعلیم، علاج، تجارت اور دیگر معاشرتی ضروریات کسی نہ کسی درجے میں مال سے وابستہ ہیں۔ اسی لیے قرآنِ مجید نے معاشی زندگی کو انسانی زندگی سے الگ نہیں کیا بلکہ مال کے حصول، ملکیت، خرچ، گردش، تحفظ اور تقسیم کے بارے میں واضح رہنمائی فراہم کی ہے۔ قرآن کا مالیاتی تصور صرف اس بات تک محدود نہیں کہ انسان زیادہ سے زیادہ مال کیسے حاصل کرے، بلکہ اس میں یہ سوال بھی بنیادی حیثیت رکھتا ہے کہ مال کہاں سے حاصل کیا جائے، کس طریقے سے استعمال کیا جائے، دوسروں کے حقوق کس طرح ادا کیے جائیں اور معاشرے میں دولت کی گردش کس انداز سے قائم رکھی جائے۔

قرآنِ مجید انسان کو مال کے بارے میں ذمہ داری کا احساس دلاتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَآتُوهُم مِّن مَّالِ اللَّهِ الَّذِي آتَاكُمْ﴾[1]

"اور انہیں اللہ کے اس مال میں سے دو جو اس نے تمہیں عطا کیا ہے۔"

اس آیت سے قرآن کے مالیاتی تصور کی ایک بنیادی حقیقت سامنے آتی ہے کہ انسان کو مال پر تصرف کا حق حاصل ہے، لیکن یہ تصرف اللہ تعالیٰ کی عطا اور اس کی مقرر کردہ حدود کے تابع ہے۔ اس لیے اسلامی مالیاتی فکر میں ملکیت کے ساتھ ذمہ داری، اختیار کے ساتھ جواب دہی اور دولت کے ساتھ معاشرتی فرض وابستہ ہے۔ یہی بنیادی تصور آگے چل کر انفاق، زکوٰۃ، صدقات، تجارت، قرضِ حسن، وراثت اور دیگر مالی احکام کی بنیاد بنتا ہے۔

مبحث اول: قرآنِ مجید میں مال کا تصور اور اس کی بنیادی حیثیت

قرآنِ مجید کے مالیاتی نظام کو سمجھنے کے لیے سب سے پہلے مال کے بارے میں اس کے بنیادی تصور کو سمجھنا ضروری ہے۔ قرآن مال کو انسان کی زندگی کے لیے ایک اہم ذریعہ قرار دیتا ہے، لیکن اسے انسان کی آخری منزل نہیں بناتا۔ مال ضرورتوں کی تکمیل، معاشرتی ترقی اور انسانی فلاح کے لیے ہے۔ اگر مال انسان کی ضروریات پوری کرنے اور معاشرے کی بہتری کا ذریعہ بنے تو وہ نعمت ہے، لیکن اگر یہی مال تکبر، حرص، ظلم اور دوسروں کے حقوق غصب کرنے کا ذریعہ بن جائے تو وہ آزمائش بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ﴾[2]

"تمہارے مال اور تمہاری اولاد تو تمہارے لیے آزمائش ہیں۔"

اس آیت میں مال کو آزمائش قرار دینے کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ مال ملنے کے بعد کس طرزِ عمل کو اختیار کرتا ہے۔ کیا وہ حلال اور حرام کی تمیز کرتا ہے؟ کیا وہ دوسروں کے حقوق ادا کرتا ہے؟ کیا وہ ضرورت مندوں کی مدد کرتا ہے؟ کیا وہ اپنے مال کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں استعمال کرتا ہے یا صرف اپنی ذات کے مفاد تک محدود رکھتا ہے؟ اس اعتبار سے مال خود برائی نہیں بلکہ مال کے استعمال کا طریقہ انسان کے اخلاقی کردار کو ظاہر کرتا ہے۔

قرآن کا یہ تصور انسان کو مال سے نفرت نہیں سکھاتا بلکہ مال کے صحیح استعمال کی تعلیم دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن نے حلال تجارت، جائز ملکیت، وراثت، انفاق اور سرمایہ کاری جیسے معاملات کو تسلیم کیا ہے، لیکن ان سب کو اخلاقی اور شرعی حدود کے ساتھ مربوط رکھا ہے۔ اس طرح اسلامی مالیاتی فکر میں مال نہ مطلق مقصد ہے اور نہ غیر اہم چیز، بلکہ ایک ایسا ذریعہ ہے جس کے ذریعے فرد اور معاشرہ اپنی جائز ضروریات پوری کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی ذمہ داری ادا کرتے ہیں۔

اس تعبیر میں ایک نہایت اہم مالیاتی اصول سامنے آتا ہے: مال کا تعلق صرف فرد کے ذاتی فائدے سے نہیں بلکہ اس کے ساتھ حقوق اور ذمہ داریاں بھی وابستہ ہیں۔ چنانچہ مال انسان کے لیے آزمائش بھی ہے اور اس کے ذریعے نیکی اور اطاعت کا موقع بھی۔ اس پہلو کو امام محمد طاہر ابن عاشور (م 1393ھ) مزید گہرائی کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ وہ قرآن کے اس اسلوب کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وجُعل نفسُ الأموالِ والأولادِ فتنةً لكثرةِ حدوثِ فتنةِ المرءِ من جرّاءِ أحوالِهما، مبالغةً في التحذيرِ من تلك الأحوالِ وما ينشأُ عنها، فكأنَّ وجودَ الأموالِ والأولادِ نفسُ الفتنةِ.[3]

"مال اور اولاد کو خود فتنے سے تعبیر کیا گیا ہے، کیونکہ ان سے متعلق حالات کی وجہ سے انسان کے آزمائش میں مبتلا ہونے کے امکانات بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ اس تعبیر میں ان حالات اور ان سے پیدا ہونے والے نتائج سے شدید تنبیہ مقصود ہے، گویا مال اور اولاد کا وجود ہی آزمائش بن جاتا ہے۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآنی تصور میں مال کی قدر کا تعین محض اس کی مقدار سے نہیں ہوتا بلکہ اس کے حصول، استعمال اور اس سے متعلق انسانی رویے سے ہوتا ہے۔ چنانچہ اگر مال انسان کو اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی، حقوق کی ادائیگی اور خیر کے کاموں کی طرف لے جائے تو وہ نعمت ہے؛ لیکن اگر وہ انسان کو حرام کمائی، ظلم، تکبر،

حقوق تلفی یا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی طرف لے جائے تو یہی مال آزمائش کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآنِ مجید مال سے ترکِ دنیا کا مطالبہ نہیں کرتا، بلکہ اس کے درست استعمال کا شعور پیدا کرتا ہے۔ انسان معاشی سرگرمیوں میں حصہ لے سکتا ہے، تجارت کر سکتا ہے، اپنی جائز ضروریات پوری کر سکتا ہے اور مال جمع کر سکتا ہے، لیکن اسے یہ احساس برقرار رکھنا ہوگا کہ مال اس کے اخلاقی امتحان کا بھی ذریعہ ہے۔ اس اعتبار سے قرآن کا مالیاتی تصور مادّی ضرورت اور اخلاقی ذمہ داری کے درمیان ایک متوازن تعلق قائم کرتا ہے۔

مبحث دوم: ملکیت، انسانی تصرف اور مالی ذمہ داری

قرآنِ مجید کے مالیاتی تصور کا دوسرا بنیادی پہلو ملکیت کا تصور ہے۔ اسلام انسان کی ذاتی ملکیت کو تسلیم کرتا ہے، لیکن اسے مطلق اور بے لگام اختیار نہیں دیتا۔ قرآن انسان کو مال رکھنے، کمانے اور استعمال کرنے کی اجازت دیتا ہے، مگر اس کے ساتھ یہ اصول بھی واضح کرتا ہے کہ انسان اپنے مال کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَآتُوهُم مِّن مَّالِ اللَّهِ الَّذِي آتَاكُمْ﴾[4]

"اور انہیں اللہ کے اس مال میں سے دو جو اس نے تمہیں عطا کیا ہے۔"

یہاں مال کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا اس حقیقت کی طرف رہنمائی کرتا ہے کہ حقیقی اقتدار اور اصل ملکیت اللہ تعالیٰ کی ہے۔ انسان دنیا میں اپنے مال کا انتظام اور استعمال کرتا ہے، لیکن وہ اس استعمال میں شریعت کی حدود سے آزاد نہیں۔ چنانچہ وہ اپنے مال کو حلال طریقے سے حاصل کرے گا، حرام راستے سے نہیں؛ جائز کام میں استعمال کرے گا، ظلم اور فساد میں نہیں؛ اور دوسروں کے حقوق ادا کرے گا، انہیں دبائے گا نہیں۔

امام طبری نے بھی اسی آیت کی تفسیر میں ایک اہم پہلو بیان کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ مال کو جو مال عطا کیا ہے، اس میں سے ضرورت مندوں کے لیے حق مقرر کیا ہے۔ امام طبری اسی مقام پر زکوٰۃ کے حق کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں اور مفسرین کے اقوال نقل کرتے ہوئے اسے مال کے اجتماعی حق سے مربوط کرتے ہیں۔ [5]

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ آیت کا براہِ راست سیاق مملوکین کے مکاتبت کے مسئلے سے متعلق ہے؛ تاہم مفسرین نے "مالِ اللہ" کی تعبیر سے مال میں اللہ تعالیٰ کی عطا اور اس کے حقوق کی طرف بھی توجہ دلائی ہے۔ اس لیے اس آیت سے "انسانی ملکیت کے عدمِ وجود" کا تصور اخذ کرنا درست نہیں، بلکہ زیادہ مناسب بات یہ ہے کہ قرآن انسان کی ملکیت کو **امانت، نعمت اور ذمہ داری** کے تصور کے ساتھ جوڑتا ہے۔

اس تصور کے معاشی اثرات نہایت اہم ہیں۔ جب انسان اپنے مال کو محض ذاتی اقتدار کا ذریعہ سمجھتا ہے تو وہ اس کے استعمال میں ظلم، استحصال اور حقوق تلفی کی طرف جا سکتا ہے؛ لیکن جب وہ اسے اللہ تعالیٰ کی عطا اور اپنے لیے ذمہ داری سمجھتا ہے تو اس کے اندر مالی احتساب پیدا ہوتا ہے۔ یہی احساس رشوت، دھوکے، خیانت، ناجائز قبضے اور دوسروں کے حقوق دبانے سے روکنے میں اخلاقی بنیاد فراہم کرتا ہے۔

چنانچہ اسلامی تصورِ ملکیت نہ اشتراکی طرز پر فرد کی ملکیت کو ختم کرتا ہے اور نہ سرمایہ دارانہ مطلق آزادی کی طرح اسے ہر اخلاقی پابندی سے آزاد کرتا ہے؛ بلکہ فرد کی ملکیت کو تسلیم کرتے ہوئے اسے شرعی، اخلاقی اور معاشرتی ذمہ داری کے ساتھ مربوط کرتا ہے۔

مبحث سوم: حلال کسبِ معاش، تجارت اور مالی معاملات میں شفافیت

قرآنِ مجید نے معاشی سرگرمیوں اور تجارت کو جائز قرار دیا ہے۔ اسلام انسان کو محنت، کسبِ معاش اور تجارت سے نہیں روکتا بلکہ حلال طریقے سے مال حاصل کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ قرآن کا اصول یہ ہے کہ مال کا حصول باہمی رضامندی، انصاف اور جائز طریقۂ کار کے ذریعے ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا﴾[6]

"اللہ نے بیع کو حلال کیا اور سود کو حرام قرار دیا۔"

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام تجارت اور جائز منافع کو تسلیم کرتا ہے، لیکن ہر قسم کے مالی فائدے کو جائز نہیں سمجھتا۔ تجارت میں حقیقی خرید و فروخت، باہمی رضامندی اور انصاف ضروری ہے۔ اس کے برعکس ایسا مالی فائدہ جو ظلم، استحصال یا ناجائز طریقے پر قائم ہو، اسلامی مالیاتی اصولوں سے مطابقت نہیں رکھتا۔ امام طبری "مطففین" کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

يعني للذين ينقصون الناس، ويبخسونهم حقوقهم في مكاييلهم إذا كالوهم، أو موازينهم إذا وزنوا لهم عن الواجب لهم من الوفاء.[7]

"اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو لوگوں کے حقوق میں کمی کرتے ہیں؛ جب ان کے لیے ناپتے ہیں تو ان کے پیمانوں میں کمی کرتے ہیں، اور جب ان کے لیے وزن کرتے ہیں تو واجب مقدار سے ان کا حق گھٹا دیتے ہیں۔"

یہاں قرآن کا معاشی اصول محض ناپ تول تک محدود نہیں رہتا بلکہ مالی معاملات میں **حق کی مکمل ادائیگی** کا عمومی اصول سامنے آتا ہے۔ موجودہ دور میں اس کا اطلاق صرف وزن اور پیمائش پر نہیں بلکہ مصنوعات کے معیار، معاہدوں، قیمتوں، معلومات کی فراہمی، اشتہارات، مالیاتی رپورٹنگ اور صارف کے حقوق تک پھیلتا ہے۔ اس اصول کی روح یہ ہے کہ کسی فریق کو ایسی معلوماتی یا مالی برتری استعمال کرکے نقصان نہ پہنچایا جائے جس سے دوسرے فریق کا جائز حق متاثر ہو۔ قرآن نے ناپ تول میں کمی کو بھی سختی سے منع کیا:

﴿وَيۡلٞ لِّلۡمُطَفِّفِينَ﴾[8]

"خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے۔"

اس حکم سے معلوم ہوتا ہے کہ مالی معاملات میں معمولی سی خیانت بھی معاشی نظام کے اعتماد کو نقصان پہنچاتی ہے۔ اگر تاجر وزن میں کمی کرے، معیار چھپائے، عیب دار چیز کو درست ظاہر کرے یا خریدار کو دھوکا دے تو بظاہر اسے مالی فائدہ ہو سکتا ہے، لیکن اس سے پورا معاشی ماحول متاثر ہوتا ہے۔ اس لیے قرآن کے نزدیک تجارت کی اصل روح اعتماد، دیانت اور شفافیت ہے۔

اسی طرح قرض اور مؤخر مالی معاملات کو لکھنے کی تاکید کی گئی ہے:

﴿وَلَا تَسۡـَٔمُوٓاْ أَن تَكۡتُبُوهُ صَغِيرًا أَوۡ كَبِيرًا إِلَىٰٓ أَجَلِهِۦ﴾[9]

"اور اس معاملے کو، خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا، اس کی مدت تک لکھنے سے نہ اکتاؤ۔"

یہ تعلیم اس بات کو واضح کرتی ہے کہ اسلامی مالیاتی نظام میں زبانی اعتماد کے ساتھ ساتھ دستاویزی شفافیت کو بھی اہمیت حاصل ہے۔ اس طرح اختلافات کے امکانات کم ہوتے ہیں اور دونوں فریقوں کے حقوق محفوظ رہتے ہیں۔

مبحث چہارم: دولت کی گردش اور معاشرتی توازن

قرآنِ مجید کے مالیاتی اصولوں میں دولت کی گردش کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ قرآن ایسا معاشی ماحول پسند نہیں کرتا جس میں دولت چند افراد یا طبقات کے درمیان محدود ہو کر رہ جائے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿كَيۡ لَا يَكُونَ دُولَةَۢ بَيۡنَ ٱلۡأَغۡنِيَآءِ مِنكُمۡ﴾[10]

"تاکہ مال تمہارے مالداروں ہی کے درمیان گردش کرتا نہ رہ جائے۔"

یہ آیت قرآن کے معاشرتی اور معاشی توازن کے تصور کی بنیادی دلیل ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ دولت معاشرے کے مختلف طبقات تک پہنچے اور معاشی وسائل صرف ایک محدود طبقے کے قبضے میں نہ رہیں۔ دولت کا ارتکاز اگر مسلسل بڑھتا رہے تو معاشرے میں امیر اور غریب کے درمیان فاصلہ بڑھ سکتا ہے، جبکہ معاشرتی بے چینی، محرومی اور طبقاتی کشمکش پیدا ہو سکتی ہے۔

امام زمخشری (م538ھ) اس آیت کی تفسیر میں "دُولۃ" کے مفہوم کو نہایت واضح انداز میں بیان کرتے ہیں:

» كيلا يكون الفيء الذي حقه أن يُعطى الفقراء ليكون لهم بُلْغةً يعيشون بها جدًّا بين الأغنياء يتكاثرون به «

"تاکہ وہ مالِ فئے، جس کا حق یہ ہے کہ اسے فقراء کو دیا جائے تاکہ وہ اس کے ذریعے اپنی زندگی کی ضروریات پوری کر سکیں، مال داروں ہی کے درمیان گردش کرتا ہوا ان کی دولت میں اضافہ نہ کرتا رہے۔"

وہ مزید فرماتے ہیں:

وقیل: الدولة ما یتداول، یعنی کیلا یکون الفیء شیئًا یتداوله الأغنیاء بینهم ویتعاورونه، فلا یصیب الفقراء.[11]

"یہ بھی کہا گیا ہے کہ 'دُولَۃ' سے مراد وہ چیز ہے جو ایک دوسرے کے درمیان گردش کرتی رہے؛ یعنی ایسا نہ ہو کہ مالِ فَے مال داروں ہی کے درمیان گردش کرتا رہے اور فقراء اس سے محروم رہیں۔"

یہ تفسیر قرآن کے معاشی تصور میں دولت کی گردش کے اصول کو نمایاں کرتی ہے۔ تاہم یہاں ایک علمی احتیاط ضروری ہے: آیت کا اصل سیاق مالِ فَے کی تقسیم سے متعلق ہے؛ اس لیے اسے جدید معاشی نظام کے ہر پہلو پر براہِ راست ایک عمومی معاشی قانون کے طور پر منطبق کرنے کے بجائے اس سے ایک وسیع قرآنی اخلاقی و معاشرتی اصول اخذ کیا جاسکتا ہے کہ معاشی وسائل کا ایسا ارتکاز مطلوب نہیں جو معاشرے کے کمزور طبقات کو مستقل طور پر محروم کر دے۔

اسی لیے قرآن نے دولت کی گردش کے لیے مختلف ذرائع فراہم کیے ہیں۔ زکوٰۃ، صدقات، انفاق، وراثت اور دیگر مالی احکام اس بڑے مقصد کے ساتھ مربوط ہیں۔ ان ذرائع کے ذریعے مال صرف سرمایہ رکھنے والے افراد کے درمیان گردش نہیں کرتا بلکہ ضرورت مند اور کمزور طبقات تک بھی پہنچتا ہے۔ اس اصول کی اہمیت موجودہ معاشی نظام میں مزید بڑھ جاتی ہے۔ آج دنیا کے مختلف معاشروں میں دولت کے ارتکاز اور معاشی عدم مساوات کا مسئلہ نمایاں ہے۔ قرآن کا یہ اصول معاشی پالیسی سازوں کو اس بات کی طرف متوجہ کرتا ہے کہ معاشی ترقی کا فائدہ صرف سرمایہ رکھنے والے طبقات تک محدود نہ رہے بلکہ عام انسان بھی اس سے فائدہ اٹھا سکے۔

مبحث پنجم: انفاق، زکوٰۃ اور صدقات: معاشی کفالت کا نظام

دولت کی گردش کو عملی شکل دینے کے لیے قرآنِ مجید نے انفاق، زکوٰۃ اور صدقات کو بنیادی اہمیت دی ہے۔ انفاق کا مفہوم وسیع ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے مال خرچ کرنا شامل ہے۔ قرآن فرماتا ہے:

﴿وَأَنفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ﴾[12]

"اور جو کچھ ہم نے تمہیں عطا کیا ہے اس میں سے خرچ کرو۔"

قرآن صرف خرچ کرنے کا حکم نہیں دیتا بلکہ انسان کو اپنی محبوب چیزوں میں سے خرچ کرنے کی ترغیب بھی دیتا ہے:

﴿لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ﴾[13]

"تم نیکی کے اعلیٰ مقام کو نہیں پہنچ سکتے جب تک اپنی پسندیدہ چیزوں میں سے خرچ نہ کرو۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انفاق صرف معاشی منتقلی نہیں بلکہ اخلاقی تربیت بھی ہے۔ اس کے ذریعے انسان کے اندر ایثار، سخاوت اور دوسروں کی ضرورت کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ معاشی اعتبار سے انفاق دولت کو جمود سے نکال کر معاشرے میں گردش دیتا ہے اور ضرورت مندوں تک پہنچاتا ہے۔

زکوٰۃ اس نظام کی ایک لازمی شکل ہے۔ قرآن فرماتا ہے:

﴿وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ﴾[14]

"نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔"

زکوٰۃ کے ذریعے مال کی پاکیزگی کے ساتھ ساتھ معاشرتی ذمہ داری بھی پوری ہوتی ہے۔ قرآن فرماتا ہے:

﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا﴾[15]

"ان کے مالوں میں سے صدقہ وصول کرو جس کے ذریعے تم انہیں پاک کرو اور ان کا تزکیہ کرو۔"

قرآن نے زکوٰۃ کے مستحقین بھی واضح کیے ہیں:

﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ﴾[16]

"صدقات تو فقیروں اور مسکینوں کے لیے ہیں۔"

اس طرح زکوٰۃ محض انفرادی عبادت نہیں بلکہ معاشرتی کفالت کا ایک اہم ذریعہ بھی ہے۔ اس کے ذریعے معاشرے کے کمزور طبقات کی بنیادی ضروریات پوری کرنے میں مدد ملتی ہے اور دولت کے ارتکاز میں کمی آتی ہے۔

زکوٰۃ کے علاوہ صدقات بھی معاشرتی تعاون کا اہم ذریعہ ہیں۔ قرآن فرماتا ہے:

﴿إِن تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ﴾[17]

"اگر تم صدقات ظاہر کر کے دو تو یہ بھی اچھی بات ہے۔"

اس طرح زکوٰۃ ایک لازمی مالی ذمہ داری کے طور پر اور صدقات رضاکارانہ تعاون کے طور پر معاشرے میں مالی ہمدردی اور باہمی کفالت کو مضبوط کرتے ہیں۔

مبحث ششم: ربا کی ممانعت اور معاشی استحصال کا خاتمہ

قرآنِ مجید کے مالیاتی نظام میں ربا کی ممانعت بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ قرآن نے تجارت اور ربا کے درمیان واضح فرق بیان کیا ہے۔ ارشاد ہے:

﴿وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا﴾[18]

"اللہ نے تجارت کو حلال کیا اور سود کو حرام قرار دیا۔"

ربا کی ممانعت کے پیچھے بنیادی مقصد مالی استحصال کے راستے کو روکنا ہے۔ ایسے قرضی معاملات جن میں ایک فریق کی ضرورت دوسرے فریق کے یقینی مالی فائدے کا ذریعہ بن جائے، معاشرتی عدم توازن پیدا کرسکتے ہیں۔ قرآن نے اسی لیے ربا کے معاملے میں سخت ترین تنبیہ کی ہے:

﴿فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ﴾[19]

"پھر اگر تم ایسا نہ کرو تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جنگ کا اعلان سن لو۔"

یہ شدت اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ اسلامی معاشی تصور میں مالی استحصال معمولی مسئلہ نہیں۔ سودی نظام کے نتیجے میں قرض لینے والا مسلسل مالی دباؤ میں آسکتا ہے اور اس کی آمدنی کا ایک حصہ ایسے شخص یا ادارے کو منتقل ہوتا رہتا ہے جس نے حقیقی معاشی خطرہ برداشت نہیں کیا۔

قرآن کا متبادل تصور تجارت، شراکت، حقیقی معاشی سرگرمی اور باہمی تعاون پر قائم ہے۔ موجودہ اسلامی مالیاتی نظام میں مشارکہ، مضاربہ، اجارہ، مرابحہ، سلم اور استصناع جیسے طریقوں کو اسی وسیع اصول کے تحت سمجھا جاسکتا ہے کہ مالی سرگرمی حقیقی معاشی عمل سے وابستہ ہو اور فریقین کے حقوق محفوظ رہیں۔

مبحث ہفتم: امانت، دیانت اور مالی احتساب

مالیاتی نظام کی کامیابی صرف قوانین سے نہیں بلکہ اخلاقی کردار سے بھی وابستہ ہوتی ہے۔ اگر قانون موجود ہو لیکن تاجر، سرمایہ کار، ملازم، ادارہ یا حکمران دیانت دار نہ ہو تو کوئی بھی مالی نظام مضبوط نہیں ہو سکتا۔ اسی لیے قرآن نے امانت اور دیانت کو بنیادی مالیاتی اصول قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا﴾[20]

"بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے حق داروں تک پہنچاؤ۔"

مالی معاملات میں امانت کا مطلب صرف کسی کے سپرد کیا ہوا مال واپس کرنا نہیں بلکہ ہر مالی ذمہ داری کو صحیح طریقے سے ادا کرنا بھی ہے۔ کاروباری ادارے اپنے صارفین کے ساتھ درست معلومات کا معاملہ کریں، ملازمین اپنے فرائض میں خیانت نہ کریں، حکام عوامی وسائل کو ذاتی مفاد کے لیے استعمال نہ کریں اور تاجر اپنی مصنوعات کے بارے میں غلط معلومات فراہم نہ کریں، یہ سب مالی امانت کے دائرے میں آتا ہے۔

اسی طرح قرآن خیانت کی حمایت سے روکتا ہے:

﴿وَلَا تَكُن لِّلْخَائِنِينَ خَصِيمًا﴾[21]

"اور خیانت کرنے والوں کے طرف دار نہ بنو۔"

یہ اصول مالی احتساب کے لیے نہایت اہم ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی مالیاتی نظام میں بدعنوانی کو صرف انتظامی خلاف ورزی نہیں سمجھا جاتا بلکہ اسے اخلاقی اور دینی ذمہ داری سے بھی جوڑا جاتا ہے۔ چنانچہ مالیاتی اداروں میں شفافیت، نگرانی، آڈٹ اور احتساب جیسے جدید انتظامی اصول بھی اسی وسیع اخلاقی تصور کے تحت مؤثر ہو سکتے ہیں۔

مبحث ہشتم: قرضِ حسن اور معاشرتی تعاون

قرآنِ مجید نے قرض کے معاملے میں بھی ایسا تصور پیش کیا ہے جس کا مقصد معاشرے میں تعاون اور ضرورت مند کی مدد کو فروغ دینا ہے۔ قرآن فرماتا ہے:

﴿مَّن ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ لَهُ﴾[22]

"کون ہے جو اللہ کو اچھا قرض دے کہ اللہ اسے اس کے لیے کئی گنا بڑھا دے؟"

یہاں قرضِ حسن کا تصور انسان کو اس بات کی ترغیب دیتا ہے کہ وہ کسی ضرورت مند کی مدد کرتے وقت صرف ذاتی مالی فائدے کو سامنے نہ رکھے بلکہ انسانی ہمدردی اور اللہ کی رضا کو بھی مقصد بنائے۔

قرضِ حسن موجودہ دور میں معاشی طور پر کمزور افراد کے لیے ایک مؤثر ذریعہ بن سکتا ہے۔ چھوٹے کاروبار شروع کرنے، تعلیم حاصل کرنے، ہنگامی ضروریات پوری کرنے یا کسی عارضی مالی مشکل سے نکلنے کے لیے بلا سود قرض فراہم کیا جائے تو اس سے فرد کو سودی قرض کے چکر سے محفوظ رکھنے میں مدد مل سکتی ہے۔

اسی اصول کی بنیاد پر جدید اسلامی مائیکروفنانس کے ادارے قائم کیے جاسکتے ہیں۔ ایسے اداروں کا مقصد صرف قرض فراہم کرنا نہیں بلکہ ضرورت مند کو معاشی طور پر خود کفیل بنانا ہونا چاہیے۔ اس طرح قرضِ حسن وقتی مدد سے آگے بڑھ کر غربت کے خاتمے اور معاشی خود کفالت کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

مبحث نہم: اعتدال، اسراف اور دولت کے اخلاقی استعمال کا اصول

قرآنِ مجید نے مال کے استعمال میں اعتدال کو بھی بنیادی اہمیت دی ہے۔ اسلامی مالیاتی نظام نہ فضول خرچی کی اجازت دیتا ہے اور نہ ایسی کنجوسی کو پسند کرتا ہے جس سے انسان اپنے جائز حقوق اور معاشرتی ذمہ داریاں ادا نہ کرے۔

قرآن فرماتا ہے:

﴿وَآتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا﴾[23]

"رشتہ دار کو اس کا حق دو، مسکین اور مسافر کو بھی، اور مال کو بے جا نہ اڑاؤ۔"

دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ﴾[24]

"اور اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھو اور نہ اسے بالکل ہی کھول دو۔"

ان آیات سے مالی زندگی میں اعتدال کا اصول سامنے آتا ہے۔ انسان اپنی جائز ضروریات پوری کرے، اپنے اہل و عیال کے حقوق ادا کرے، ضرورت مندوں کی مدد کرے اور اپنی حیثیت کے مطابق زندگی گزارے، لیکن نمود و نمائش، فضول خرچی اور بے مقصد اخراجات سے بچے۔

یہ اصول موجودہ صارف معاشرے میں خاص اہمیت رکھتا ہے، جہاں ضرورت اور خواہش کے درمیان فرق کم ہوتا جارہا ہے۔ قرآن کا مالیاتی تصور انسان کو یہ سکھاتا ہے کہ معاشی ترقی کا مطلب صرف زیادہ خرچ کرنا نہیں بلکہ وسائل کو ذمہ داری کے ساتھ استعمال کرنا ہے۔

مبحث دہم: قرآنی مالیاتی اصولوں کی عصرِ حاضر میں معنویت اور اطلاق

عصرِ حاضر میں عالمی معیشت کو کئی پیچیدہ مسائل کا سامنا ہے۔ معاشی عدم مساوات، غربت، بے روزگاری، مالیاتی بحران، قرضوں کا بڑھتا ہوا بوجھ، دولت کا چند ہاتھوں میں ارتکاز اور کاروباری بدعنوانی ایسے مسائل ہیں جنھوں نے معاشی نظام کی اخلاقی بنیادوں پر دوبارہ غور کی ضرورت پیدا کر دی ہے۔ قرآنِ مجید کے مالیاتی اصول ان مسائل کے لیے ایک اخلاقی اور معاشرتی فریم ورک فراہم کرتے ہیں۔

سب سے پہلے دولت کے ارتکاز کا مسئلہ سامنے آتا ہے۔ قرآن کا اصول ہے:

﴿كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنكُمْ﴾[25]

"تاکہ مال تمہارے مالداروں ہی کے درمیان گردش کرتا نہ رہ جائے۔"

اس اصول کی روشنی میں جدید معاشی پالیسی میں ایسے اقدامات کی ضرورت محسوس ہوتی ہے جن کے ذریعے معاشی ترقی کے فوائد معاشرے کے وسیع طبقات تک پہنچ سکیں۔ زکوٰۃ، صدقات، وقف، قرضِ حسن اور سماجی بہبود کے منظم ادارے اس سلسلے میں اہم کردار ادا کرسکتے ہیں۔

اسی طرح غربت کے خاتمے کے لیے صرف وقتی امداد کافی نہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ مستحق افراد کو تعلیم، ہنر، روزگار، چھوٹے کاروبار اور بلا سود مالی سہولتوں تک رسائی دی جائے۔ اسلامی سوشل فنانس کے تصور کو اسی بنیاد پر جدید معاشی اداروں کے ساتھ مربوط کیا جاسکتا ہے۔

اسلامی مالیاتی اداروں کے لیے بھی قرآن کے اصول بنیادی رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔ تجارت، حقیقی اثاثوں، شراکت اور باہمی تعاون پر مبنی مالیاتی ماڈلز کو فروغ دیا جاسکتا ہے۔ مشارکہ اور مضاربہ میں منافع اور خطرے کی شراکت، اجارہ میں حقیقی اثاثے کا استعمال، مرابحہ میں حقیقی خرید و فروخت اور سلم و استصناع میں حقیقی تجارتی ضرورت کو سامنے رکھا جاتا ہے۔ اس طرح اسلامی مالیات کا مقصد صرف سود سے بچنا نہیں بلکہ مالی سرگرمی کو حقیقی معاشی قدر سے مربوط کرنا بھی ہونا چاہیے۔

تکافل بھی باہمی تعاون کے اصول پر قائم ایک اہم جدید مثال ہے۔ قرآن فرماتا ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ﴾[26]

"اور نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو۔"

اس اصول کو جدید مالیاتی ضرورتوں کے ساتھ مربوط کرتے ہوئے باہمی تعاون پر مبنی مالیاتی نظام تشکیل دیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح اسلامی مائیکروفنانس، وقف پر مبنی مالیاتی ادارے اور قرضِ حسن کے منظم نظام معاشی کمزوری کے خاتمے میں اہم کردار ادا کرسکتے ہیں۔

موجودہ عالمی معیشت میں اخلاقی سرمایہ کاری کی بحث بھی اہمیت اختیار کرچکی ہے۔ ماحول دوست سرمایہ کاری، سماجی ذمہ داری اور اخلاقی سرمایہ کاری جیسے تصورات اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ معاشی سرگرمیوں کو صرف منافع کے پیمانے سے نہیں دیکھا جاسکتا۔ قرآن نے صدیوں پہلے معاشی سرگرمی کو اخلاق، تعاون، عدل اور انسانی فلاح کے ساتھ مربوط کیا تھا۔ اس لیے اسلامی مالیاتی فکر اور جدید Ethical Finance کے درمیان تقابلی مطالعہ ایک اہم علمی موضوع بن سکتا ہے۔

قرآن کا مالیاتی تصور ریاست کی ذمہ داری کو بھی نظر انداز نہیں کرتا۔ ایک منظم معاشی نظام میں زکوٰۃ کی وصولی، عوامی وسائل کی عادلانہ تقسیم، کمزور طبقات کی کفالت اور اجتماعی ضروریات کی تکمیل ریاستی نظم کا حصہ بن سکتی ہے۔ اسی طرح بازار میں دھوکے، ناپ تول میں کمی، ناجائز ذخیرہ اندوزی اور استحصالی رویوں کی روک تھام بھی ضروری ہے۔ اس طرح فرد، بازار اور ریاست تینوں کی ذمہ داریاں ایک دوسرے سے مربوط ہو جاتی ہیں۔

نتائج

قرآنِ مجید کے مالیاتی اصولوں کے مطالعے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ قرآن کا معاشی نظام صرف چند مالی احکام کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک جامع اخلاقی، معاشرتی اور فلاحی تصور پیش کرتا ہے۔ اس نظام کی بنیاد اس تصور پر ہے کہ مال اللہ تعالیٰ کی عطا ہے اور انسان اس کے استعمال میں ذمہ دار ہے۔ اسی وجہ سے مال کا حصول حلال ذرائع سے، اس کا استعمال جائز مقاصد کے لیے اور اس کی گردش معاشرتی ذمہ داری کے ساتھ ہونی چاہیے۔

قرآن نے تجارت کو جائز قرار دے کر معاشی سرگرمی اور منافع کے حق کو تسلیم کیا، لیکن دھوکے، ناپ تول میں کمی، خیانت اور ربا سے روک کر مالی استحصال کے راستے بند کیے۔ اسی طرح انفاق، زکوٰۃ، صدقات اور قرضِ حسن کے ذریعے معاشرے کے کمزور طبقات کی کفالت کا تصور دیا۔ دولت کے چند ہاتھوں میں محدود ہونے کے بجائے اس کی گردش کو معاشرتی توازن کے لیے ضروری قرار دیا گیا۔

اس پورے نظام میں عدل، احسان، امانت، دیانت، شفافیت اور اعتدال بنیادی اخلاقی اقدار ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کا مالیاتی تصور صرف فرد کی دولت بڑھانے کی فکر نہیں کرتا بلکہ یہ بھی دیکھتا ہے کہ معاشرے میں دولت کس طرح گردش کرتی ہے، غریب اور کمزور طبقات کی ضروریات کس طرح پوری ہوتی ہیں اور معاشی سرگرمی انسانی فلاح کے لیے کس طرح استعمال ہوتی ہے۔

سفارشات

عصرِ حاضر میں قرآنی مالیاتی اصولوں کو صرف نظری بحث تک محدود رکھنے کے بجائے عملی معاشی اداروں اور پالیسیوں کے ساتھ مربوط کرنے کی ضرورت ہے۔ زکوٰۃ، وقف، صدقات اور قرضِ حسن کو جدید انتظامی نظام کے ذریعے زیادہ مؤثر بنایا جاسکتا ہے تاکہ یہ ذرائع محض وقتی امداد کے بجائے غربت کے مستقل خاتمے اور معاشی خود کفالت کا ذریعہ بن سکیں۔

اسلامی مالیاتی اداروں کو بھی چاہیے کہ وہ اپنی سرگرمیوں میں صرف فقہی جواز کو کافی نہ سمجھیں بلکہ شفافیت، حقیقی معاشی سرگرمی، سماجی ذمہ داری اور اخلاقی سرمایہ کاری کو بھی بنیادی اہمیت دیں۔ اسی طرح اسلامی مائیکروفنانس اور وقف پر مبنی مالیاتی ماڈلز کو چھوٹے کاروبار، روزگار اور معاشی خود کفالت کے ساتھ مربوط کیا جاسکتا ہے۔

جامعات اور تحقیقی اداروں میں بھی قرآن کے مالیاتی اصولوں اور جدید معاشیات کے درمیان سنجیدہ علمی مکالمے کو فروغ دینا چاہیے۔ اس کے ذریعے اسلامی مالیاتی فکر کو جدید معاشی مسائل، مالیاتی بحران، غربت، عدم مساوات اور اخلاقی سرمایہ کاری جیسے موضوعات کے ساتھ مربوط انداز میں پیش کیا جاسکتا ہے۔

خاتمہ

قرآنِ مجید کا مالیاتی نظام انسان کو نہ مال سے بے نیاز ہونے کی دعوت دیتا ہے اور نہ مال پرستی کی اجازت دیتا ہے۔ اس کا اصل مقصد یہ ہے کہ مال انسانی زندگی کی ضروریات پوری کرنے، معاشرتی ترقی کو فروغ دینے اور عمومی فلاح کا ذریعہ بنے۔ قرآن نے مال کے حصول کے ساتھ حلال و حرام کی پابندی، ملکیت کے ساتھ ذمہ داری، تجارت کے ساتھ دیانت، دولت کے ساتھ انفاق، منافع کے ساتھ عدل اور معاشی آزادی کے ساتھ اخلاقی حدود کو لازم قرار دیا ہے۔

اس نظام میں زکوٰۃ اور صدقات دولت کی گردش کو مضبوط کرتے ہیں، قرضِ حسن ضرورت مندوں کے لیے سہارا فراہم کرتا ہے، تجارت معاشی سرگرمی کا جائز راستہ کھولتی ہے، جبکہ ربا، دھوکا، خیانت اور اسراف معاشی نظام کو اخلاقی تباہی سے محفوظ رکھتے ہیں۔ یوں قرآن کا مالیاتی تصور فرد، معاشرے اور ریاست کے درمیان ایک ایسا متوازن تعلق قائم کرتا ہے جس کا مقصد صرف دولت پیدا کرنا نہیں بلکہ دولت کو عدل، اخلاق، تعاون اور انسانی فلاح کے تابع رکھنا ہے۔

عصرِ حاضر میں جب دنیا معاشی عدم مساوات، غربت، مالیاتی بحران اور اخلاقی سرمایہ کاری کے مسائل سے دوچار ہے، قرآنِ مجید کے یہ اصول ایک اہم فکری اور عملی رہنمائی فراہم کرسکتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ان اصولوں کو صرف تاریخی یا نظری احکام کے طور پر نہ پڑھا جائے بلکہ ان کی روح کو سمجھ کر موجودہ معاشی اداروں، اسلامی مالیات، سماجی بہبود، مائیکروفنانس اور عوامی پالیسی کے میدانوں میں مؤثر انداز سے بروئے کار لایا جائے۔

حوالہ جات

---

[1] القرآن، 24 :33

[2] القرآن، 64 :15

[3] ابن عاشور، محمد طاهر بن عاشور، التحرير والتنوير، (تونس: الدار التونسية للنشر، 1984ء)، 10 :183

[4] القرآن، 24 :33

[5] الطبری، محمد بن جریر، جامع البيان عن تأويل آي القرآن، تحقيق: احمد محمد شاکر، (قاہرہ: دار المعارف، 1378ھ)، 17 :287

[6] القرآن، 2 :275

[7] الطبري، جامع البيان، 30 :587؛ نیز دیکھیے 30 :91.

[8] القرآن، 83 :1

[9] القرآن، 2 :282

[10] القرآن، 59 :7

[11] زمخشری، محمود بن عمر، الكشاف عن حقائق غوامض التنزيل، (بيروت: دار الكتاب العربي، 1407ھ)، 4: 502

[12] القرآن، 2 :254

[13] القرآن، 3: 92

[14] القرآن، 2: 43

[15] القرآن، 9: 103

[16] القرآن، 9 :60

[17] القرآن،2: 271

[18] القرآن،2: 275

[19] القرآن،2 :279

[20] القرآن،4 :58

[21] القرآن،4: 105

[22] القرآن،2: 245

[23] القرآن،17 :26

[24] القرآن،17 :29

[25] القرآن،59 :7

[26] القرآن،5 :2